

کمودس بننا بہت مشکل ہے!

جمهوریت کی ابتداء روم سے ہوئی ہے۔ ہزاروں برس پہلے امور حکومت پر فیصلہ کن بحث صرف اور صرف سینٹ میں ہوتی تھی۔ رومن ایمپائر دنیا کی سب سے طاقتور سلطنت تھی۔ سینٹ میں بادشاہ اور سیاستدانوں کے درمیان طے ہونے والے معاملات کا اثر پوری دنیا پر پڑتا تھا۔ ووٹ، انسان حقوق، عورتوں کو جائیداد کا حق، ملکی وسائل خرچ کرنے کا طریقہ، یعنی ہر چیز پر طویل بحث ہوتی تھی۔ اسکے بعد مجموعی رائے عامہ کے تحت قوانین بنائے جاتے تھے۔ ریپبلک کا لفظ اور فخرن بھی روم ہی کی سینٹ ہے۔ رومن سلطنت کیا تھی، اسکی اقتصادی اور عسکری قوت کیا تھی، تصور کرنا بھی مشکل ہے۔ آج کی دنیا میں کوئی بھی ملک ماضی کی رومن ایمپائر کے پائے کا نہیں ہے۔ مگر ایک نکتہ حد درجہ غور و فکر کا ہے۔ سینٹ میں سیاستدان ہوتے تھے۔ ان میں سے اکثر موروثیت کی بدولت اس طاقتور پوزیشن پر براجمن تھے۔ سیاستدان، سلطنت کے امیر ترین لوگوں پر مشتمل طبقہ تھا۔ سب سے پہلے اپنے ذاتی فوائد کی طرف دیکھتے تھے۔ پھر عوامی مسائل کی طرف نگاہ جاتی تھی۔ دولت کیلئے یہ سب کچھ کرنے کیلئے تیار رہتے تھے۔ بادشاہ اور انکے درمیان اکثر کھچاؤ کی کیفیت رہتی تھی۔ دونوں فریق حد درجہ دولت کمانا چاہتے تھے۔ مگر دلچسپ بات یہ بھی تھی کہ دونوں فریقین یعنی بادشاہ اور سیاستدان نعرہ بالکل ایک جیسا لگاتے تھے۔ کہ وہ یہ سب کچھ عوام کی بھلانی کیلئے کر رہے ہیں۔ عوامی بہبود کا نام، ذاتی اختیارات اور دولت کے حصول کے علاوہ کچھ بھی نہیں تھا۔

کمودس روم کا بادشاہ تھا۔ جنون کی حد تک شوق تھا کہ لوگوں میں اسکی واہ واہ ہو۔ ہر طرف اسکی تعریف ہوتی رہے۔ حد درجہ شاہ خرچ اور جنون کی حد تک پروپیگنڈے کا شو قین تھا۔ اسکا والد، سلطنت کا بہترین جزل اور فاتح تھا۔ کمودس اپنے والد سے بالکل مختلف تھا۔ اسے جنگ ناپسند تھی۔ جرمن قبائل سے لڑتے ہوئے اسکا بہادر باپ بیمار پڑ گیا اور جنگ کے دوران فوت ہو گیا، مارکس اپر پلس نام کا یہ جری بادشاہ، اپنے بیٹے کی وہ تربیت نہ کر سکا، جس سے اس میں ایک عظیم حکمران کی خصوصیات پنپ سکیں۔ مگر یہ قدرت کا قانون ہے۔ کہ برگد کے درخت کے سائے میں تن آور درخت نہیں اُگتا۔ کمودس میلیوں ٹھیلوں میں زیادہ دلچسپی رکھتا تھا۔ سب سے بڑا کھیل "کواوسیم" میں گلیڈ یڑز کی باہمی لڑائی تھی۔ اس میں ہزاروں لوگ ایک دوسرے کے ہاتھوں قتل ہوتے تھے۔ اس کھیل کے لیے خطیر رقم درکار تھی۔ یہم جنگوں نے رومی سلطنت کو کھو کھلا کر دیا تھا۔ جب یہ معاملہ سینٹ میں بحث کیلئے پیش ہوا تو سیاستدانوں نے کوئی نیا ٹیکس لگانے سے انکار کر دیا۔ انکے نزدیک عوام پہلے ہی ٹیکسون کے بوجھ تلے کراہ رہے تھے۔ لہذا کوئی بھی نیا ٹیکس بغایت کا باعث بن سکتا تھا۔ سینٹ کے انکار کے باوجود کمودس کے پاس عوام کا دل بھانے کا گیمز کے علاوہ کوئی ذریعہ نہیں تھا۔ مگر وسائل کہاں سے آئینگے۔ کمودس، انتہائی پچالی سطح کے لوگوں سے مشاورت کرتا تھا۔ عقلمند آدمی کے پاس جانا اپنی توہین سمجھتا تھا۔ ادنی آدمی بہت کم رموز سلطنت کی بار بکی کو سمجھ سکتا ہے۔ آج بھی اور صدیوں پہلے بھی۔ کمودس نے ایک انوکھا فیصلہ کیا۔ گلیڈ یڑز کے کھیل کیلئے نیا ٹیکس لگادیا گیا۔ مگر یہ عوام پر نہیں۔ بلکہ سینٹ کے سیاستدانوں پر تھا جو حقیقت میں سلطنت کے امیر ترین لوگ تھے۔ سینٹ میں ہنگامہ کھڑا ہو گیا۔ سینٹر ز سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ کوئی بادشاہ

اتی جرات کریگا کہ ان پر ٹکس لگادے۔ کمودس کے والد نے مرتب وقت نصیحت کی تھی کہ سینٹ کے سیاستدان، زہریلے سانپ ہوتے ہیں۔ ان سے کبھی بگاڑ کی طرف نہ جانا۔ انکی تقریریں غور سے سنتا۔ منه پرانگی خوب تعریف کرتا۔ مگر ان پر اعتماد نہ کرتا۔ سیاست صرف اور صرف لفظوں کا کھیل ہے۔ لہذا سیاستدانوں کیلئے اچھے صیغہ استعمال کرنا۔ کمودس نے طاقت کے زور پر دولت مند سیاستدانوں سے ٹکس وصول کر لیا۔ روم میں گلیڈ یٹرز کی کھیلوں کے فقید المثال مقابلے ہوئے۔ مگر اسکے ساتھ ساتھ، سیاستدانوں نے انتہائی پیچیدہ سازشوں کا جال بُن ڈالا۔ کمودس پر کئی قاتلانہ حملہ ہوئے۔ سینٹ کے ممبران کی سازشوں کے سامنے کمودس کمزور سے کمزور تر ہوتا گیا اور پھر محلاتی سازشوں کی بدولت مارا گیا۔ اس واقعے کے سینکڑوں سال بعد بھی کسی رومان بادشاہ کو ہمت نہیں ہوئی کہ وہ روم کے دولت مند سیاستدانوں پر کسی قسم کا ٹکس لگادے۔ سینٹ ہمیشہ سازشوں کی آماجگاہ رہی۔ سینٹ، بادشاہ اور فوج کی تکون کئی صدیاں مل جل کر حکومت کرتی رہی۔ سازش، ایک دوسرے پر بد اعتمادی، دولت کا ارتکاز اور عوام کی فلاح کے کھو کھلنے سے بالآخر دنیا کی عظیم ترین سلطنت کے ختم ہونے کا باعث ہے۔ یہ سب کچھ تاریخ میں درج ہے۔ بر صغیر میں کوئی بادشاہ یا کوئی حکومت، روم کے برابر دولمند اور طاقتوں نہیں رہی۔ لہذا ہمارے مقامی شہنشاہ، راجہ مہاراجہ رومی حکمرانوں کے سامنے حد رجہ بونے کردار نظر آتے ہیں۔ مگر ایک عصر ایسا ہے جس میں ہمارے حکمران اور ہزاروں برس پہلے رومن سینٹ کے ممبران بالکل ایک جیسے ہیں۔ یہ مماثلت حیرت انگیز ہے۔ لگتا ہے کہ رومن سینٹ کے سیاستدان، بھیں بدل کر کسی طریقے سے پاکستان پہنچ گئے ہیں اور ہماری قسمت کے پاسبان بن چکے ہیں۔ حکمرانی کا حق چپکے سے حاصل کر لیا ہے۔ یہ حیرت انگیز یکسانیت ہے۔ دولت کا فخش ارتکاز، اپنے آپ کو قانون سے بالاتر سمجھنا، عوامی بہبود کے جھوٹے اور کھوکھلے نعرے لگانا، ذاتی سہولتوں کا انبار لگانا اور اپنے جھوٹ کو سچ ثابت کرنے کیلئے انتہائی منظم اور موثر پروپیگنڈا کرنا۔ روم کی تاریخ پر ہے۔ اسکے عنوان پر روم کا نام مٹا کر ہمارے ملک کا نام لکھ دیجئے۔ حیران رہ جائیں گے کہ ہزاروں برس پہلے رومن سینٹ میں بحث بالکل اسی طرز کی تھی جو آج ہمارے ایوانوں اور میدانوں میں رانج ہے۔ یہ مماثلت وہ قدمتی ہے جس پر بات کرنی کم از کم ہمارے ہاں ممکن نہیں ہے۔

گزارشات پر بالکل یقین نہ کیجئے۔ تہتر سالہ حالات پر سمجھیدہ نظر ڈالیے۔ دولت اور اقتدار کی ہوس کے علاوہ کچھ نظر نہیں آئیگا۔ شائد، عوامی بھلائی کے نعروں میں کچھ نئی جائزیت پیدا ہو گئی ہو۔ مگر طابعِ علم کی نظر وہ میں شائد ایسا بھی نہیں ہو سکا۔ اسلیے کہ ہم اتنے نااہل لوگ ہیں کہ نئے نعرے بھی ترتیب نہیں دے پائے۔ اداروں کی کارکردگی سے شروع کیجئے۔ ہمارے انصاف کے ادارے کی کارکردگی سب کے سامنے ہے۔ غریب کو اس خطے میں نہ کبھی انصاف ملا ہے اور نہ ملے گا۔ مگر گستاخی معاف۔ اعلیٰ سطح پر مصنفوں کی مراعات کا اندازہ لگانا مشکل ہے۔ اتنی بہت اور دریادی۔ مثلاً ریٹائرمنٹ کے بعد پیش نہیں ہی ہے، جتنی آخری تنخواہ۔ اور بھی بہت کچھ۔ مگر اس پر بات کرنا بہت کھٹک ہے۔ دفاعی اداروں کی کاروباری سرگرمیوں کی مثال پوری دنیا میں کہیں نہیں ملتی۔ اس موضوع پر بات کرنا ممکن ہی نہیں ہے۔ کیونکہ فوراً آپ غداری اور ملک دشمن فہرست میں شامل ہو جاتے ہیں۔ لے دیکر سیاستدان رہ جاتے ہیں۔ انکی اکثریت ذاتی مالی فوائد سے آگے دیکھنا گناہ کبیرہ سمجھتی ہے۔ مثال دینا مناسب ہے۔ چینی کی ملوں میں منافع ہزار گناہ سے زیادہ ہے۔ مگر ملوں کی اکثریت کن کی ہیں۔ سیاستدانوں کے ایک ایسے کلب کی، جس میں حکومت اور اپوزیشن دونوں اطراف کے لوگ بلا تخصیص شامل ہیں۔ یعنی دولت

کمانے میں سب لوگ ایک ہیں۔ کسی سیاسی گروہ میں کوئی فرق نہیں۔ چینی کی ملوں پر یہ بھی عرض کروزگا۔ کہ جب سیاستدانوں نے ”کمال مفاہمت“ کی پالیسی اختیار کر کے منافع بخش کارخانے لگائے تو نئی ملین لگانے پر پابندی لگادی گئی۔ یعنی اگر کوئی بھی اپنے جائز رہا یہ سے مل لگانا چاہتا ہے تو کم از کم پنجاب میں اسے اجازت نہیں ہے۔ سندھ کے متعلق بات کرنا وقت کا ضیاء ہے۔ وہاں نہ کوئی پالیسی ہے اور نہ ہی کوئی پرواہ۔ سب کچھ ڈنکے کی چوٹ پر ہو رہا ہے اور ہوتا رہیگا۔ جب الیکشن آتا ہے تو شہداء کی قبروں پر سیاسی تجارت شروع ہو جاتی ہے۔ اس پر اب کیا لکھوں۔

بھلی کے کارخانوں پر نظر ڈالیے۔ جتنا منافع بھلی کے نجی کارخانوں کو سرکاری سطح پر دیا جا رہا ہے۔ دنیا کے کسی بھی ملک میں راجح نہیں ہے۔ بہت کم لوگ یاد کر سکتے ہیں کہ یہ ظالمانہ حد تک منافع بخش پالیسی، کسی فوجی یا کسی غیر سیاسی آدمی نے نہیں بنائی تھی۔ بلکہ غریبوں کی ہمدرد ترین سیاسی جماعت نے 1994 میں ترتیب دی تھی۔ اس میں ان سیٹھوں کو شامل کیا گیا جو لین دین کے ماہر تھے۔ بعد میں آنے والوں نے بھی ان سے محبت جاری رکھی۔ نتیجہ یہ کہ عوام کو مہنگے ترین داموں بھلی مہیا کی جا رہی ہے۔ جنوبی ایشیاء اور اردنگر کے تمام ملکوں سے مہنگی بھلی۔ سوال اٹھتا ہے کہ کیا کوئی حکمران اسے کم نہیں کر سکتا۔ بالکل کر سکتا ہے۔ مگر ان ”برقی سیٹھوں“ کے پاس پیسہ اتنا ہے کہ یہ ہر حکمران اور اسکے حواریوں کو خرید لیتے ہیں۔ اسکے بعد صرف تقریبیں ہوتی ہیں اور عوام کی بہبود کے نام پر عریاں سیاست۔

کسی بھی شعبہ کو دیکھ لیجئے۔ بالکل ایک جیسی زبوبی حالی ہے۔ مگر پارلیمنٹ کی بحث سنیں۔ کسی بھی وزیر اعظم کے ”پاکیزہ بیانات“ میں تو سب کچھ عوام کے فائدے ہی کیلئے کیا جا رہا ہے۔ تلخ بات تو یہ ہے کہ تہتر برس سے عوام سے جھوٹ بولا جا رہا ہے۔ اگر کوئی سیاستدان سچ بولنے کی جرات کرے تو اسے سازش کے تحت قتل کر دیا جاتا ہے۔ مذہب بھی سیاسی ہتھیار کے طور پر استعمال ہوتا ہے۔ کوئی انسان، جرات نہیں کر سکتا کہ ایک عظیم فراڈ ہو رہا ہے۔ عوام کی نسوں سے لہو کے آخری قطرے ”میراث اور انصاف“ کے نام پر کشید کے جا رہے ہیں۔ رومن سینٹ اور ہمارے ایوانوں میں انیس بیس کا فرق بھی نہیں ہے۔ وہی اطوار، وہی چال چلن، وہی حرب، وہی چرب زبانی، وہی غیر سنجیدہ باتیں۔ ہزاروں سال پہلے کمودس تو ہم سے ہزار درجہ بہتر تھا کہ اس نے امیر ترین طبقہ پرنس لگانے کی ہمت کی تھی۔ یہ درست ہے کہ اسے، اس کا خمیازہ بھگلتا پڑا۔ مگر یہاں تو کمودس جیسے کام کا تودر کنار، اس طرح کی سوچ بھی موجود نہیں ہے۔ باقی رہ گئے عوام! تو وہ مسلسل یقوقف بنتے رہیں گے!

راو منظر حیات